محمد اسماعیل صاحب مرحوم انڈین یونین مسلم لیگ کے صدر مولانا محمد اسماعیل ؒ صاحب اور حال کے صدر جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب کو جنوبی ہند سے نکال کر شمال لے آنے میں حضرت مفتی صاحب مرحوم کا بڑا حصّہ ہے۔

پنڈت سندر لال اور یہ کارنامہ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کا ایک نشان رہے گا کہ پنڈت سندر لال جیسی شخصیت کو انھوں نے مشاورت کے دوروں میں شامل کر کے یہاں کے اکثریت کے ذہنوں سے مسلم دشمنی کے نقوش مٹانے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔

ڈاکٹر فریدی مرحوم یوپی میں ڈاکٹر فریدی صاحب کی شخصیت ابھری فریدی صاحب کی ملی زندگی میں تربیت کرنے والوں میں خاص ہاتھ مفتی صاحبؒ کا تھا۔ ڈاکٹر فریدی صاحب اور ڈاکٹر سید محمود صاحب میں الیکشن میں حصّہ لینے پر شدید اختلافات ہوئے۔ بڑی حد تک ڈاکٹر فریدی صاحب مشاورت کو چھوڑ چھاڑ کر بیٹھنے کی تیاری میں تھے۔ اس زمانے میں حضرت مفتی صاحب نے انھیں سمجھانے منانے کے لیے اس عاجز کو لکھنؤ بھیجا تھا اور میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مشاورت کی عاملہ کے اجتماع میں ڈاکٹر فریدی صاحب مرحوم کو شریک کرنے میں اور دلّی آنے میں اس عاجز کو اللہ نے کامیاب فرمایا۔

مجھے ناگپور سے کھینچ تان کر آل انڈیا فلسطین کانفرنس میں بلایا اور اسی زمانہ میں جامع مسجد کے سامنے اُردو بازار میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا یہ حضرت مفتی صاحبؒ کا مجھ پر بڑا احسان تھا کہ اس جلسہ میں مجھ سے تقریر کروائی میں چونکہ قرآن مجید کا ایک طالب علم رہا ہوں اور یہ سلسلہ الحمد للہ اب بھی جاری ہے۔

فلسطین کانفرنس یہودی عزائم، ان کی چالبازیوں اور مکاریوں پر قرآن مجید نے جو روشنی ڈالی ہے ان آیات کا متن اور ترجمہ اس عاجز نے آل انڈیا فلسطین

کانفرنس میں پیش کیا۔ الحمدللہ اس کا خاصہ اثر ہوا اور مفتی صاحب مرحوم کے تقاضے پر ہی میں نے اپنی اس تقریر کے منتشر اجزا کو جوڑ جاڑ کر ایک خاکہ تیار کیا اور "قوم یہود اور ہم قرآن کی روشنی میں" اس نام کی ایک ضخیم کتاب اللہ نے تیار کروادی۔ حضرت مفتی صاحب نے اس کتاب کا مقدمہ تحریر فرمایا اور جب پہلی بار دلّی میں یہ کتاب چھپی تو اپنے ایک خاص رفیق عالمِ دین کو اس کی طباعت پر دیکھ بھال کے لیے مقرر فرمادیا۔

گوشۂ گمنامی کسی بڑے عالم کا کسی چھوٹے سے آدمی کی اتنی ہمّت افزائی کرادینا اور اسے گوشۂ گمنامی سے نکال کر عوامی زندگی میں لے آنا یہ احسان حضرت مفتی صاحب کا صرف مجھ پر ہی نہیں بلکہ اب صفِ اول کے کارکنوں میں جو لوگ بھی دکھائی دیتے ہیں اس میں بیشتر ایسے ہیں جن کی شخصیات کا عروج حضرت مفتی صاحبؒ مرحوم کے احسانات کی چٹان سے شروع ہوا ہے۔ نام گنانے پر شاید زندہ لوگوں کو اپنی شخصیت چھوٹی نظر آئے کوئی ناراض بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ دینی اور ملی کارکنوں اور ہم سبھوں پر چاہے وہ جس جماعت اور مسلک سے تعلّق رکھتے ہوں مفتی صاحب کی دست گیری نے ہی اللہ کے فضل سے سب کو سہارا دیا اور ایسے حالات میں کاموں پر لگنے پر آمادہ کیا جب کہ طبیعتیں اچاٹ ہوگئی تھیں اور دل مایوس تھے۔

قرآن مجید میں دل کا سوز چاہے کوئی سفر، جلسہ یا کیسی ہی مصروفیت ہو حضرت مولانا مفتی صاحبؒ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو عشقِ الٰہی میں ڈوب کر نماز پڑھتے اور خاص طور سے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ کے جملے پر اللہ کے سامنے ان کا جو لہجہ سوز اور دل کا ساز ہوتا وہ آج نقل کرکے کسی کو سنا دینا ممکن نہیں معلوم ہوتا۔

مدتوں یاد کریں گے دہلی سے بمبئی، حیدر آباد، کلکتہ، بھوپال اور پورے ملک کے

بڑے بڑے شہروں کے مسلمان مدتوں یاد کریں گے کہ ممتاز عالم دین ایک مفتی ایک مفکر جو بار بار ان کے یہاں دوڑ دوڑ کر آتا تھا اب اس دنیا میں نہیں رہا۔

کل ہند مسلم پرسنل لا بورڈ بمبئی میں کل ہند پیمانے پر بورڈ کے قیام میں مختلف مسلک کے علماء کو جوڑ لینا اور روٹھے ہوؤں کو منا کر ایک ساتھ بٹھا کر بورڈ تشکیل کرا لینا اس کام میں حضرت مفتی صاحبؒ کی قیادت نے خاصہ اثر ڈالا الگ الگ کام کرنے والی کئی جماعتوں کو اور مختلف مکاتب فکر میں بٹی ہوئی شخصیات کا ملا جلا بورڈ بنا لینا یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ بے شک ہمارے تمام موجودہ اکابرینِ ملت کا اس میں بہت بڑا تعاون رہا لیکن ہم میں سے ہر ایک کو یہ شہادت دینے کے لیے مجبور ہونا پڑے گا کہ حضرت مفتی صاحب کی دل سوزی، صبر، استقلال، قوتِ گویائی اور طرزِ استدلال نے بورڈ کی تشکیل میں بڑا زبردست رول ادا کیا۔

اندرا گاندھی اندرا گاندھی کی سیاسی پکڑ سے بہت سے لوگ واقف ہیں ان پر اپنی شخصیت کا دباؤ ڈالنے کے لیے اس زمانے میں ڈاکٹر سید محمود صاحب ہی وہ آدمی تھے جن کا نہرو خاندان پر خاصا اثر تھا یہ مفتی صاحب کی سیاسی اور ملی بصیرت تھی کہ ڈاکٹر سید محمود صاحب کو کھینچ کر مسلم مجلس مشاورت کی صدارت کی کرسی پر بٹھا دیا اور الحمدللہ مسلم مجلس مشاورت کے لیے ڈاکٹر سید محمود صاحب اور خود مفتی صاحب کی شخصیت نے اس وقت کی پرائم منسٹر اندرا گاندھی کو ہندوستانی مسلمانوں کے لیے وہ بہت سے فیصلے کرنے پر مجبور کر دیا جو شخصی اور ملی دباؤ کے بغیر نہیں کرائے جا سکتے تھے۔

اس سلسلے میں مشاورت کے چھ نکاتی پروگرام کو اندرا جی کے ہاتھ میں تھما دینا اور یہ کہہ دینا کہ مسلمان اب لوٹ کا مال نہیں ہے کہ جو چاہے اسے بیچ لے خرید لے۔ اندرا جی سے ایسی دو ٹوک بات کہہ دینا حضرت مفتی صاحب ہی کا کارنامہ ہے۔

نئی نسل کو اسٹیج پر لے آنا حضرت مفتی صاحبؒ نے مسلم نوجوانوں میں یہ حوصلہ

پیدا کیا کہ وہ حالات کے دھارے کو بدلنے کے لیے سامنے آئیں اور آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے پلیٹ فارم پر نوجوانوں کو ملّتِ اسلامی فی الہند کی خدمت کے لیے موقع دیا، دہلی، حیدرآباد اور بنگلور کے کل ہند اجتماعات میں نوجوانوں کو اگلی صف میں کھڑا کر دیا یہ منظر ۱۹۴۷ء کے بعد مفتی صاحب کی قیادت میں پہلی بار دیکھنے میں آیا۔

علمارِ کرام، صحافی اور اہلِ قلم کو اکٹھا کیا مسلم صحافیوں کو اور اہلِ قلم کو اور علمار کو ۱۹۶۴ء کے بعد حرکت میں لے آنا اس کے لیے مسلسل کوششیں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ العالی کی بڑے پیمانے پر ہوتی رہی اس میں خاص الخاص تعاون حضرت مولانا مفتی صاحب کا رہا اور الحمدللہ اس مقصد میں ملت کامیاب ہو کر اپنی منزل کے خاص چوراہے پر آگئی۔

محمد مسلم صاحب (مرحوم) ایڈیٹر دعوت، مولانا سعید احمد اکبرآبادی صاحب، سید حامد صاحب، ملّا جان محمد (مرحوم)، قاری محمد طیّب صاحبؒ، مولانا منت اللہ رحمانی صاحب، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب، ینات والا صاحب، ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب، ذوالفقار اللہ صاحب، شیخ عبداللہ صاحب (کشمیر) میر قاسم اور میر واعظ مولانا فاروق صاحب، فخرالدین علی احمد (مرحوم) (سابق صدر جمہوریہ ہند) بدرالدین طیّب جی، ڈاکٹر فریدی اور دوسری سینکڑوں دینی و ملّی شخصیتوں کو اکٹھا کر دینے میں مفتی صاحب مرحوم کی ترکیب اور حکمت عملی اللہ کے فضل سے وہ کام کر جاتی جس کا اندازہ پہلے سے کر لینا بہت مشکل تھا۔

دینی مدارس میں مفتی صاحب کا رول ندوۃ العلمار، دیوبند، ندوۃ المصنفین، دارالمصنفین اور جنوبی ہند کے بیشتر اداروں سے متعلق رہے۔ ہر جگہ سلامتِ فکر، اصابتِ رائے، معاملہ فہمی، سنجیدگی اور علمی تبحّر لیے ہوئے مفتی صاحب کی شخصیت

چھائی رہتی ہے۔ چھوٹوں پر شفقت، بڑے موجود نہ ہوں تو چھوٹوں کو بڑا مان کر اکرام کر کے یہ کسر بھی پوری کر دیتے کہیں اگر الجھن پیدا ہو جائے اور مفتی صاحب موجود ہوں تو سمجھ لیجئے کہ سوفی صد انشاء اللہ مسئلہ حل ہو کر رہے گا۔ کسی کی ضد پر ضد کا اظہار نہ فرماتے۔ بلکہ ایسا طریقہ اختیار فرماتے کہ صحیح رخ سے ہٹ کر سوچنے والے بھی آخر وہی بات کہتے جو مفتی صاحب ان سے کہلوانا چاہتے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ۱۹۴۷ء کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جن حالات سے گذری اس کا احساس ہر علم دوست کو ہے۔ مفتی صاحبؒ کی شخصیت نے ہر موقع پر الجھے ہوئے حالات میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے مسئلے پر کام کرنے والوں کی رہنمائی فرمائی۔

فسادات کے موقع پر دورے ہندوستانی مسلمان پر سب سے بڑی مصیبت جو تقسیم کے وقت آپڑی تھی وہ فسادات کا نہ ٹوٹنے والا تسلسل تھا حضرت مفتی صاحب مرحوم ایک طرف حکومت کے ذمّے داروں کے کان پر بات ڈالتے اور ان کی بھاری بھرکم شخصیت حکام کو مجبور کرتی کہ وہ پولیس اور فوج کے ذریعہ فساد زدہ علاقوں میں امن قائم کرے۔

دوسری جانب مفتی صاحب بذاتِ خود فساد زدہ علاقوں میں تشریف لے جاتے اور مسلمانوں کو ہمّت دلاتے۔ بھورے رنگ کی شیروانی اور اونچی دلیوار کی رعب دار سیاہ ٹوپی، عمر کی ڈھلوان کا اثر ساتھ میں جھرّیوں سے بھرا ہوا مبارک چہرہ لیے ہوئے یہ ممتاز عالم دین خطرے کے موقع پر بھی نکل آتے۔ مرادآباد کے فسادات کے وقت اندرا گاندھی سے حضرت مفتی صاحب مرحوم نے جس گھن گرج والی آواز سے گفتگو فرمائی وہ انھیں کا حصّہ تھا۔

۱۹۶۸ء میں ناگپور آمد ۱۹۶۸ء میں ناگپور کے فسادات کے وقت حضرت مفتی صاحب تنہا تشریف لے آئے، حالات کا جائزہ لیا مجھ سے ملاقات کی

اور واپس دلّی تشریف لے گئے اور وہاں سے ملّا جان محمد مرحوم کی قیادت میں ایک وفد ناگپور بھیجا۔ ملّا جان محمد صاحب غالباً پندرہ بیس دن یہاں رہے اور ریلیف کا کام انجام دیا۔ یہ سب ترکیب اور ترتیب مفتی صاحب کی قائم کی ہوئی تھیں۔

کام کے صحیح رخ کے لیے ہر جگہ ایک لائن بناتے اور اس میں موزوں آدمیوں کا انتخاب کر کے انھیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر موقعۂ واردات پر بھیجتے۔ بہت کم عالم دین ایسے ہوں گے جن کے اندر یہ صلاحیت ہو۔ ایک طرف وہ علمی مسندوں سے خطاب کریں اور دوسری جانب خدمت خلق کے لیے عام کارکنوں کی طرح چلت پھرت حصّہ لیں۔

شخصیت کا رعب ایک متین اور سنجیدہ عالم تو تھے ہی لیکن موجودہ زمانے کے بعض سیاسی لیڈروں کے شخصی رعب کے مقابلے میں حضرت مفتی صاحبؒ کو ایمان، روحانیت، علم، خدمت خلق اور ملّت کے درد نے مل کر موصوف کی شخصیت کا رعب کچھ عجیب ہی بنا دیا تھا۔ کسی بھی اسٹیج (Stage) پر ان کی وجاہت، بیٹھنے کا طریقہ، لباس طرز گفتگو، عمیق فکر کے چہرۂ مبارک پر گہرے نقوش یہ سب نمایاں ہو جاتے اور کوئی شخص گرویدہ ہوئے بغیر نہ رہتا۔ پیچھے چاہے کچھ کہتے ہوں لیکن سامنے بولنے کی ہمت کسی کی نہ ہوتی۔

مضرابِ عجم سے دینِ عرب کا ساز جب بولتے اور بات کرتے یا تقریر فرماتے یا کسی مباحثے میں حصہ لیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص بولتا مضرابِ عجم سے ہے لیکن سناتا دین عرب کی۔ سننے والوں کو محسوس نہ ہونے دیتے کہ مفتی صاحب ان پر تنقید کر رہے یا ان کی رائے بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں بلکہ مفتی صاحب جب بات پوری طرح کہہ لیتے تو سننے والے حضرات کے دلوں میں حضرت کا احساس اپنا گھر بنا لیتا۔

بسترِ علالت عمر کے وزن سے نڈھال چہرہ بدن کا ریشہ ریشہ فکروں سے مضمحل

رشتے ناطے والوں کی دیکھ بھال ان کی غربت کا خیال، اپنے اہل وعیال کی فکر۔ صبح سے شام تک کئی سو آدمیوں سے ملنا، دلّی میں بھی آتے تو چین نہیں۔ اپنے رعب دار بنگلے میں ان کی شخصیت آنکھوں میں ایسی سما جاتی کہ بیماری کے ایّام میں بھی ان کے چہرے کی رونق اور دبدبہ میں فرق نہیں آیا۔ لیکن اہلیہ صاحبہ کی طویل بیماری کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب سخت الجھن اور پریشانی میں مبتلا رہے۔ اس کے بعد حضرت کی طبیعت دن بدن گرتی گئی یہاں تک کہ بستر سے لگ گئے۔

ہم لوگ بھی دلّی میں ہوتے تو زیارت کر آتے۔ فالج کے سخت حملے نے جسم کو ہلنے جلنے سے بھی معذور کر دیا تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ چہرہ اپنی جگہ ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ آنکھیں، دل اور دماغ برابر کام کرتے رہے جسم کا باقی حصّہ شاید حضرت مفتی صاحب کے وصال سے پہلے ہی دنیا چھوڑ چکا تھا مگر ایسے وقت بھی ہم لوگوں کی حاضری ہوتی تو ایک ایک کو دیکھ کر پہچانتے دماغ پر زور دے کر نام لے کر خیریت تک پوچھتے حالات دریافت کرتے۔ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ ایک ضروری امور میں ہم لوگ مشورہ کے لیے محض برکت کی خاطر ان کے بستر کے آس پاس جمع ہوئے۔ تو فرمایا کہ کرسی لگائی جائے میں بھی بیٹھوں گا۔ اور ہم نے دیکھا کہ خدّام سے ٹوپی، شیروانی طلب کی اور ایک مرتبہ پھر وہی جلوہ دکھایا جو ہر جلسے میں ہم دیکھ چکے تھے بس یہی آخری دیدار تھا۔

اب انشاء اللہ العزیز امید ہے کہ آخرت میں ان کا مقام صدیقین، صالحین، اور شہداء علی النّاس میں ہوگا۔ (اللّٰھمّ اغفر لہ' وتغمّدہ برضوانک۔